سوال

(224) کتنی عمر کے بچوں کو نماز کے لیے مسجد میں لانا چاہیے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک میں، خصوصاً افطاری کے وقت چھوٹے چھوٹے بچے مسجد میں آجاتے ہیں اور کچھ حضرات ساتھ لے آتے ہیں، کچھ بچے جن میں اکثر کا روزہ نہیں، نماز سے پہلے ہی گھر لوٹ جاتے ہیں، بقایا نماز کے دوران عموماً مسجد میں دوڑ بھاگ کرتے، باتیں اور شرارتیں بھی کرتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی وغیرہ۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر بچوں کو منع کریں گے تو یہ بڑے ہو کر مسجد میں نہیں آئیں گے۔ برائے نوازش ارشاد فرمائیں کہ کتنی عمر کے بچوں کو نماز کے لیے مسجد میں لانا چاہیے؟ حدیث خیر الأنام کے مطابق، جیسا کہ اکثر علماء حضرات سے سنا ہے کہ سات سال کی عمر کے بچے کو نماز کی ترغیب دیں۔ دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر ماریں۔ مسجدیں ہی امن کی جگہ ہیں۔ اگر مسجد میں ہی خشوع والی نماز نصیب نہ ہو تو کہاں جائیں۔ کیونکہ بچوں کی وجہ سے جیسے اوپر ذکر کیا ہے توجہ بٹ جاتی ہے۔ بعض حضرات یہ حوالہ بھی دیتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، جن کی عمر اس وقت ۴ سال تھی، مسجد میں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر ان کو گود میں لے لیا۔ اس حوالہ سے بچوں کو مسجد میں لانے یا آنے کا جواز نکلتا ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بلاقید عمر کے چھوٹے بچوں کا مسجد میں آنا یا لانا درست فعل ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے: 'فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَاِذَاقَامَ حَمَلَهَا' بوقت ِسجدہ اسے بٹھا دیتے اور جب قیام کے لیے اٹھنے لگتے تو اٹھا لیتے۔ (صحیح البخاری، بابٌ اِذَا حَمَلَ جَارِیَةً صَغِیرَةً عَلٰی عُنُقِهٖ فِی الصَّلٰوةِ، رقم:۵۱۶)

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'وَعَلٰی جَوَازِاِدخَالِ الصِّبیَانِ فِی المَسَاجِدِ' (فتح الباری ۱/ ۵۹۲)

''اس حدیث میں بچوں کو مسجدوں میں لانے کا جواز ہے۔''

نیز صحیح مسلم میں راوی کا بیان ہے:

'رَاَیتُ النَّبِیَّ ﷺ یَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنتُ اَبِی العَاصِ وَهِیَ ابنَةُ زَینَبَ بِنتُ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی عَاتِقِهٖ، فَاِذَا رَکَعَ وَضَعَهَا، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا۔' (صحیح مسلم، بابُ جَوَازِ حَمْلَ الصِّبْیَانِ فِی

الصَّلَاۃ، رقم: ۵۴۳)

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی امامت کراتے دیکھا جبکہ امامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار تھی.......''

اور سنن أبي داوٗد میں راوی کے شک کے ساتھ نماز ظہر یا عصر کا ذکر موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی کےلیے محل و مقام مسجد ہے۔ انہی طُرق کے پیش نظر حافظ موصوف نے مذکور نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے، کہ ایک بچہ عمرو بن سلمہ قرأت میں امتیازی حیثیت کی بناء پر یا سات سال کی عمر میں عہدِ نبوی میں اپنی قوم کا امام تھا۔ (صحیح البخاری، رقم: ۴۳۰۲)

واقعہ ہذا سے ظاہر ہے کہ امامت کا شرف موصوف کو مسجد ہی میں حاصل ہوتا تھا اور پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صغرِ سنی (چھوٹی عمر) کے باوجود جماعت میں شرکت فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ اپنی سواری کو منیٰ میں چرنے کےلیے چھوڑ کر خود جماعت میں شریک ہوگیا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے اور دیگر روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے، کہ بچوں کا وضوئ، جماعت میں شرکت، عیدین، جنائز اور صفوں میں موجودگی سب ثابت شدہ امور ہیں، جن میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ (صحیح البخاری، ۱/۱۱۸)

مزید آنکہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے لیٹ ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'نَامَ النِّسَائُ وَالصِّبیَانُ''

یعنی عورتیں اور بچے سوگئے۔'' (صحیح البخاری، بَابُ فَضلِ العِشَائِ، رقم: ۵۶۶، صحیح مسلم، بَابُ وَقتِ العِشَاءِ وَتَأخِیرِہ، رقم: ۶۳۸)

اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'أَيِ الحَاضِرُونَ فِي المَسجِدِ' (فتح الباری ۲/۴۸) یعنی وہ جو مسجد میں موجود تھے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مسجد میں آمد و رفت کی متعدد احادیث میں مصرح (واضح) ہے۔ ملاحظہ ہو! ''مسند احمد'' وغیرہ۔

ایک اور صحیح روایت میں فرمانِ رسول ا صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میں بچے کا رونا سن کر نماز ہلکی کردیتا ہوں کہ کہیں یہ امر بچے کی والدہ پر گراں نہ گزرے۔

اسی طرح حدیث: 'مُرُوا اَولَادَکُم بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوا سَبعًا' (سنن أبي داود، بَابُ مَتَی یُؤمَرُ الغُلَامُ بِالصَّلَاۃِ، رقم: ۴۹۵) سے بھی مسجد میں بچوں کی آمد کا جواز مترشح ہے۔ دوسری طرف محدثین کرام نے چار، پانچ سال کے بچہ کا سماعِ حدیث بھی قابلِ اعتبار سمجھا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اسے عام مجالس میں آنے کی اجازت ہو، جن میں مسجد بھی شامل ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

'إِنَّمَا بُنِیَتِ المَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَت لَہٗ' صحیح مسلم، بَابُ النَّهیِ عَن نَشدِ الضَّالَّۃِ فِي المَسجِدِ... الخ، رقم: ۵۶۹

یعنی مسجدیں جس کام کےلیے بنائی گئیں ہیں، وہی کام ان میں ہونا چاہیے۔

زیرِ حدیث امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'مَعنَاہُ لِذِکرِ اللّٰہِ، وَالصَّلٰوۃِ، وَالعِلمِ، وَالمُذَاکَرَۃِ فِي الخَیرِ وَ نَحوِہَا'

یعنی اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مساجد ا کی یاد، نماز، تعلیم و تعلُّم اور امورِ خیر کے بارہ میں گفتگو کےلیے بنائی گئی ہیں۔''

لہذا عام حالات میں کسی کو حق نہیں کہ بچوں کو مسجد میں آنے سے روکے۔ البتہ بچے اگر شریر قسم کے ہوں، جن سے احترام مسجد اور آداب مسجد مجروح ہوتے ہوں، تو بطورِ تادیب ان کے خلاف مناسب کارروائی ہوسکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں بچوں کے کھیل کود پر درّے لگاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے: 'جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُم صِبيَانَكُم' (سنن ابن ماجہ، بَابُ مَا يُكرَهُ فِي المَسَاجِدِ، رقم: ۷۵۰، اسنادہ ضعیف فتح الباری ۵۴۹/۱) یعنی ''اپنی مسجدوں کو بچوں سے بچاؤ۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے

: 'لِأَنَّهُم يَلعَبُونَ فِيهِ، وَلَا يُنَاسِبُهُم'

'کیونکہ وہ کھیل کود کرتے ہیں اور یہ ان کے مناسب نہیں۔''

تاہم مُہذَّب اور مؤدَّب بچوں کو بلا روک ٹوک مسجدوں میں آنے کی اجازت ہے۔ لہو ولعب اور شور وغل کرنے والوں کا محاسبہ ایک لازمی امر ہے،تاکہ مسجد کی طہارت وپاکیزگی میں فرق نہ آنے پائے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب المساجد: صفحہ :206

محدث فتویٰ